**OPEN ACCESS:** Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com



# معاشیات سیرت النبی ﷺ کا ایک انقلابی پہلو: تحقیقی مطالعہ

Economics A Revolutionary Aspect of Seerat-Ul-Nabi (PBUH): Research Study

Professor. Dr. Matloob Ahmad
Head of Department, Arabic and Islamic Studies, The University of Faisalabad, Pakistan.
Email: dr.matlobbahmad906@gmail.com

Dr. Muhammad Qasim
Assistant Professor of Islamic Studies (Faculty), Riphah International University, Faisalabad Campus, Islamabad, Pakistan
Email: m.qasim2937@gmail.com

Dr. Wajid Ali
Visiting Lecturer Islamic Studies, Superior University (Technology Campus Lahore) Department of Islamic Studies.
Email: wajidasadi@gmail.com

Received on: 05-01-2024 Accepted on: 10-02-2024

**Abstract**

Among the three fundamental dimensions of national life: society, economy and politics, economy is a fundamental central and pivotal dimension. The reform of which affects not only the economy and society but also politics and the whole life in general. The study of Sirat-ul-Nabi (PBUH) in this dimension provides clear principles that cover all the requirements regarding the correction of the defects in the economic aspect of life and the evolution of this aspect. Exploitative, selfish and self-interested behavior in economic life at the national level is the main deviation that stands in the way of creation, evolution and stability of higher values. Because when human behavior is dominated by greed, greed, avarice, selfishness and self-interest, the element of spending, benefit, giving and giving away from the society for the sake of collective interest disappears. As a result, where the tendency of concentration arises, the common members of the society become victims of economic stagnation. Thus, inequality in social life gives rise to self-interested behavior at all levels. An economy based on selfishness and selfishness undermines the political and collective values of the society. And such a society comes into being which has to face a situation like subjugation and slavery due to its depraved morals and deviation from the concept of collective survival. The internal situation requires that the fear of bankruptcy should be removed from the heart of the society. In order to eliminate the economic stagnation and inequality, an effective economic system should be devised where the creative struggle of each person is restored and this is not possible until the basic concepts, values and practical measures of the economic system prevailing in the society. Fundamental changes should not be made that would ensure the achievement of these goals. By covering all these aspects, the study of the Prophet 's

(PBUH) biography in this context provides us with a plan of action that will not only deal with the economic problems in the society, which can paralyze social and political values at the same time remedies but also creates a demand for individuals to lead the society on positive economic behavior.

**Keywords:** Economics, Revolutionary Aspect, Al Quran, Seerat-ul-Nabi (PBUH)

## تعارف:

سیرت النبی ﷺ کا معاشی جہت سے مطالعہ اسلام کی معاشی تعلیمات کی اہمیت اور دنیا میں موجود دوسرے معاشی نظاموں اور افکار کے مقابل اسلام کے معاشی نظام کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں معیشت کے متعلق وضاحت موجود ہے۔ جس پر چل کر ہم اپنے معاشی نظام میں بہترین تبدیلی لا سکتے ہیں۔ جس کا عملی جامہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے اس تصور کو وہ علمی اور فکری وضاحت عطا فرمائی جس کا عملی نمونہ صحابہ کرام کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے۔ جنہوں نے صاحب ثروت ہوتے ہوئے اپنے وسائل اور معاشی ذخائر معاشرے کی فلاح و بہبود، دین حق کے ابلاغ واستحکام اور حضور نبی اکرم ﷺ کی جدوجہد کے فروغ و نفوذ کے لیے وقف کیا تو پورا معاشرہ ایک ایسے معاشی اور معاشرتی عدل کا مرقع بن گیا کہ تاریخ میں چشم عالم نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ پورے معاشرے میں کہیں بھی کوئی معاشی تعطل کا شکار یا محرومی میں مبتلا فرد موجود نہ تھا۔ آج جبکہ انسانیت دیگر دائرہ ہائے حیات کی طرح معاشی دائرہ میں مسائل کا شکار ہے۔ آج سیرت النبی ﷺ سے ہی وہ راہنمائی مل سکتی ہے جسے لے کر ہم اس مثالی نظام کی طرف بڑھ سکیں جس کا نظارہ دور رسالت مآب ﷺ اور دور خلافت راشدہ میں ہو چکا ہے۔

## بنیادی سوال:

1. کیا موجودہ معاشی نظام کا حل اسلام میں موجود ہے؟
2. کیا سیرت النبی ﷺ معیشت پر روشنی ڈالتی ہے؟
3. کیا معاشیات سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں ایک انقلابی پہلو ہے؟

## مفروضہ تحقیق:

1. اسلام معاشی نظام کی وضاحت کرتا ہے۔
2. سیرت النبی ﷺ معیشت پر روشنی ڈالتی ہے۔
3. معاشیات سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں ایک انقلابی پہلو ہے۔

### 1. معیشت کا اسلامی تصور

سیرت النبی ﷺ میں زندگی کے معاشی پہلو کی اہمیت واضح نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے نفع مند مال کی تعریف کی ہے اور اس مال کے کمانے کی خواہش اور اسے احسن طریقے سے خرچ کرنے اور اس مال کو مزید ثمر آور بنانے کی ضروری قرار دیا ہے اور ایسے صاحب حیثیت شخص کو

سراہا ہے جو مال ملنے پر شاکر ہو اور اس مال کو لوگوں کی منفعت اور خیر خواہی کے لیے خرچ کرے۔ جبکہ اس ضمن میں سوائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے اور کوئی چیز اس کے پیش نظر نہ ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نعم المال الصالح للمرء الصالح [1]

ترجمہ: وہ کتنا ہی اچھا مال ہے جو کسی نیک انسان کے پاس ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا [2]

ترجمہ: اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔

اس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ مال و دولت زندگی کی استواری میں معاون و مددگار ہوتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

ان اللہ کرہ لکم ثلاثا: قیل و قال، اضاعۃ الما، و کثرۃ السوال [3]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں ناپسند فرمائیں ہیں: قیل و قال، مال کے ضیاع اور کثرت سوال۔

حضور نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات میں مسئلہ معاش کو براہ راست انسانی زندگی میں نیکی اور بدی کے امتیاز میں ایک مؤثر بلکہ فیصلہ کن عامل قرار دیا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کاد الفقر ان یکون کفرا۔ [4]

ترجمہ: ممکن ہے غربت و افلاس (کار دعمل) کفر کی حد تک پہنچ جائے۔

اس طرح آپ ﷺ نے زندگی کے اعتدال کو بھی معتدل معاشی سرگرمیوں سے مشروط قرار دیا:

الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ [5]

ترجمہ: خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے۔

ماعال من اقتصد [6]

ترجمہ: جن نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوگا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے رزق حلال کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ [7]

ترجمہ: رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔

حضور نبی اکمر ﷺ نے ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

اذا صلیتم الصبح فلا تنا موا عن طلب ارزاقکم، فان نومۃ الصبحۃ یمنع الرزق [8]

ترجمہ: جب صبح کی نماز ادا کر لو تو اپنے رزق کی طلب سے غافل ہو کر سو نہ جاؤ، کیونکہ صبح کی نیند رزق کو روکتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے محنت مزدوری اور اپنی معیشت کو سنوارنے کے لیے جدوجہد کرنے والے کی تعریف کی اور مزدور کو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیا ہے۔

عن رافع بن خدیج، قال: قیل: یا رسول الله، ابی الکسب اطیب؟ قال: عمل الرجل بید ہ و کل بیع مبرور [9]

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔

عن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ: رحم الله عبدا سمحا اذا باع۔ سمحا اذا اشتری۔ سمحا اذا اقتضیٰ [10]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم کرتا ہے جو خرید و فروخت یا قرض کی واپسی پر دوسروں پر شائستہ ہیں اور ان کا خیال رکھتے ہیں۔

عن سخر الغامدی قال: قال رسول الله ﷺ اللهم بارک لامتی فی بکورھا۔ قال: وکان اذا بعث سریۃ او جیشا بعثھم فی اول النھار۔ قال: و کان صخر رجلا تاجرا فکان یبعث تجارتہ فی اول النھار فاثری و کثرمالہ۔ [11]

ترجمہ: حضرت صخر غامدی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری امت کو اس کی صبح میں برکت دے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرمانا ہوتا تو شروع دن میں روزانہ فرماتے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت صخر تاجر آدمی تھے۔ وہ اپنے تجارتی قافلے شروع دن میں روانہ کرتے تو وہ بہت مال دار ہو گئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔

گویا آپ نے ان اوقات کی بھی تعریف اور نشاندہی فرمائی جو معاشی سرگرمیوں میں برکت کا ذریعہ ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا [12]

ترجمہ: وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ [13]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں تمکن و تصرف عطا کیا اور ہم نے ان میں تمہارے لیے اسباب معیشت پیدا کئے، تم بہت ہی کم شکر بجا لاتے ہو۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ قِیٰمًا [14]

ترجمہ: اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو جنہیں اللہ نے تمہاری معیشت کی استواری کا سبب بنایا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی تعلیمات سے معاشرے میں معاشی استحکام پیدا فرمایا۔ جب سوسائٹی کے معاشی حالات اجتماعی طور پر اچھے نہ تھے تو آپ نے ان لوگوں کو جن کے پاس مال و اسباب تھا اس میں دوسروں کو شریک کرنے کی ترغیب اور حکم ارشاد فرمایا تاکہ معاشرے میں معاشی تفاوت پروان نہ چڑھ سکے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

طعام الواحد یکفی الاثنین و طعام الاثنین یکفی الاربعۃ و طعام الاربعۃ یکفی الثمانیۃ [15]

ترجمہ: ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے، دو آدمیوں کا کھانا چار کے لیے اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

من کان معہ فضل ظھر فلیعد بہ علی من لا ظھر لہ، و من کان لہ فضل من زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ، قال: فذکر من اصناف المال ما ذکر حتی راینا انہ لا حق لا حدمنافی فضل۔ [16]

ترجمہ: تم میں سے جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان خورد و نوش ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ مختلف اصناف مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی بھی شے میں ہمارا حق نہیں رہا۔

"کسب معیشت" اور "ابتغاء رزق" کی اہمیت کو قرآن حکیم نے جابجا بیان کیا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ [17]

ترجمہ: پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى [18]

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہو گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ [19]

ترجمہ: بیشک تم اللہ کے سوا جن کی پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کرو۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ [20]

ترجمہ: مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

احادیث مبارکہ میں بھی کسب معاش کی اہمیت بیان کی گئی ہے:

الطلبو الرزق فی خبایا الارض [21]

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔

قال رسول اللہ ﷺ: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء۔ [22]

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سچے اور امانت دار تاجر کا حشر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔

قال: ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجارا الا من اتقی اللہ وبر و صدق [23]

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تاجر فاسق و فاجر اٹھیں گے مگر یہ کہ جنہوں نے پرہیزگاری بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ہو (تو وہ اس حالت میں نہیں اٹھیں گے۔)

اعط الاجیر اجره قبل ان یجف عرقه [24]

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

اسلام سے ہمیں معیشت کے تصوراتی پہلو کے حوالے سے جامع معلومات اور راہنمائی ملتی ہے۔ جس کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ زندگی میں معاشی سرگرمیوں سے صرف نظر کر کے نہ صرف یہ کہ اللہ کے عطا کردہ احکامات کی پیروی اور حقوق العباد کی ادائیگی ممکن نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی انتشار کا شکار ہوسکتی ہے۔

### 2. معیشت انصاف کے تناظر میں:

حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ نظام معیشت کا بنیادی تصور جملہ اموال میں حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کے حق سے متعلق ہے۔ اسلام نے ہمارے کمائے ہوئے مال میں محروم المعیشت افراد کا باقاعدہ حق رکھ دیا ہے۔ جس کی حیثیت محض اخلاقی اور ترغیبی نہیں، شرعی و وجوبی اور قانونی ہے۔ اس کی ادائیگی محض نفلی نیکی نہیں، فرض ہے جسے پورا نہ کرنا حرام بلکہ جرم ہے۔ اگر اہل ثروت از خود حاجت مندوں کے حقوق اپنے مال سے ادا نہ کریں تو ریاست کی ذمہ داری ہے کہ بذریعہ قانون ان واجب الادا حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے ورنہ یہ حق تلفی، استحصال اور سریحاً ظلم و زیادتی متصور ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ [25]

ترجمہ: اور ان کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا۔

دوسرے مقام پر اسی حکم کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ۔ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ [26]

ترجمہ: اور وہ (ایثار کیش) لوگ جن کے اموال میں حصہ مقرر ہے۔ مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاج کا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس ضمن میں جس کسی کو بھی اپنے اموال کے منافع میں شریک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لیے ایتائے حق (حق ادا کرنے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن سے ان حق داروں کی قانونی و شرعی حیثیت اجاگر ہوتی ہے جس کی رو سے وہ اسلامی ریاست سے اس حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ [27]

ترجمہ: اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو)۔

اس پر مستزاد یہ کہ لینے والے کا حق اتنا ہی ضروری اور قابل احترام قرار دیا گیا ہے جتنا کہ دینے والے کا اپنا حق۔ اس میں مالک کو بلحاظ مقدار ترجیح تو بہر حال حاصل ہے لیکن بلحاظ معیار دینے والے اور لینے والے دونوں برابر کے حقدار ہیں۔ اور شریک فی المنافع کا حق کسی لحاظ سے بھی مالک یعنی قابض و متصرف کے حق سے کمتر یا گھٹیا نہیں ہے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ [28]

ترجمہ: اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس میں سے گندے مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو کہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم خود اسے ہر گز نہ لو۔

یعنی دوسروں کے لیے بھی وہی چیز پیش کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ اسی تصور کو حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں بیان فرمایا:

لیس المؤمن الذیی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ [29]

ترجمہ: وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی اس کے پلو میں بھوکا پڑا رہے۔

ما امن بیی من یات شبعانا وجارہ جائع الی جنبہ و ھو یعلم بہ [30]

ترجمہ: وہ آدمی میرے اوپر ایمان نہ لایا جس نے خود تو رات سیر ہو کر بسر کی مگر اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا سویا اور یہ بات اس کے علم میں تھی۔

آیما اھل عرصۃ اصبح فیھم امرو جائعا فقد بدعت منھم ذمۃ اللہ و منھا [31]

ترجمہ: جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے اللہ کی حفاظت اور نگرانی کا وعدہ ختم ہو جاتا ہے۔

سیدنا عمر نے حضرت بلال بن حارث مزنی سے غیر مزروعہ زمین واپس لے لی تھی جو انہیں حضور ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ اس پر رضامند نہ تھے۔ اس موقع پر حضرت عمر کا حضرت بلال کو یہ ارشاد ملاحظہ ہو:

ان رسول اللہ ﷺ لم یقطعک لتحجرہ عن الناس۔ انما اقطعک لتعمل فخذ منھا ما قدرت علی عمارتہ ورد الباقیی [32]

ترجمہ: یقین جانو کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں یہ علاقہ اس لیے نہیں بخشا تھا کہ تم اسے لوگوں سے روک کر بیٹھ جاؤ آپ ﷺ نے یہ علاقہ اس لیے عطا فرمایا تھا کہ تم اسے آباد کرو۔ لہذا جس حصے کی آبادکاری تم کر سکتے ہو وہ تم لے لو اور بقیہ واپس کر دو۔

قرآن حکیم نے غرباء و مساکین کا حق ہر دوسرے حق پر مقدم رکھا ہے۔ حتیٰ کہ وراثت میں جس پر ورثاء کا مکمل طور پر نجی حق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے نادار اور غریب لوگوں کو وہاں بھی محروم نہیں رہنے دیا بلکہ ارشاد فرمایا:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا [33]

ترجمہ: اور اگر تقسیم (وراثت) کے موقع پر (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو۔

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ مال وراثت بلا شرکت غیرے ورثاء کا حق ہوتا ہے لیکن اس میں بھی مستحقین کو شریک کرنے کا حکم ان کے حق کے شرعی وجوب اور اہمیت پر دلالت کر رہا ہے۔ اس امر کی وضاحت حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی درج ذیل قول سے ہوتی ہے:

امر اللہ المؤ منین عند قسمۃ مواریثھم ان یصلوا ارحامھم ویتا ماھم ومساکینھم من الوسیہ فان لم تکن و صیۃ وصل لھم من المیراث [34]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ جب مال وراثت تقسیم ہونے لگے تو رشتہ داروں کے ساتھ یتامیٰ و مساکین کو بھی وصیت میں شامل کریں اور اگر ان کے حق میں وصیت نہ کی گئی ہو تو پھر انہیں وراثت میں شریک کیا جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مستحق غرباء و مساکین یعنی ناداروں کو حصہ، ملکیت وراثت میں سے بہر صورت دیا جائے گا۔ خواہ وہ وصیت کے طور پر ہو یا مال وراثت میں سے۔

فایما مؤمن مات و ترک مالا فلیرثہ عصبتہ من کانوا فان ترک دینا او ضیاعا فلیاتنی وانا مولاہ [35]

ترجمہ: جو مومن بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں گے جو کوئی بھی ہوں گے اور اگر وہ اپنے ذمہ دین (قرض) یا بچے (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) چھوڑ کر مرا تو وہ قرض اور یتیم بچے میرے ذمہ ہیں اور میں ہی ان کا والی ہوں (یعنی ان کی کفالت کروں گا اور ان پر مال خرچ کروں گا)۔

فایکم ما ترک دینا او ضیعۃ فاد عونی فانا ولیہ [36]

ترجمہ: تم میں سے جو آدمی قرض یا چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جائے تو مجھے بلاؤ، بیشک قرض اور بچوں کے معاملے میں اس کا میں ولی ہوں۔

حضرت انس فرماتے ہیں:

اتی النبی ﷺ بمال من البحرین، فقال: انثروہ فی المسجد، و کان اکثر مال اتی بہ رسول اللہ ﷺ ، فخرج رسول اللہ ﷺ الی الصلاۃ ولم یلتفت الیہ، فلما قضی الصلاۃ جاء فجلس الیہ، فما کان یری احدا الا اعطاہ---- فما قام رسول اللہ ﷺ و ثم منھا درھم [37]

ترجمہ: بحرین سے خراج اور جزیئے کا مال بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس مال کو مسجد (کے صحن) میں پھیلا دو۔ بقول راوی آپ ﷺ کے پاس جتنے بھی اموال آئے ان میں یہ سب سے زیادہ تھا (محدثین نے ایک لاکھ درہم کا اندازہ لگایا ہے) جب آپ ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لائے تو مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جب نماز ہو چکی تو آپ ﷺ مال کے پاس بیٹھ گئے۔ پس جو بھی نظر آتا اسے ضرورت کے مطابق عطا فرما دیتے۔ آپ ﷺ اس وقت تک نہ اٹھے جب تک سارا مال تقسیم نہ ہو گیا اور ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔

زکوۃ کے ضمن میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ [38]

ترجمہ: بے شک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اڑھائی فیصد زکوۃ ادا کر دینے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مال کا حق ادا ہو گیا۔ بلکہ زکوۃ کے علاوہ بھی مال میں سے مستحقین کے ایسے حقوق ہیں جن کا ادا کرنا فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ مستحقین کے حقوق کی ادائیگی اس قدر اہم ہے کہ قرآن مجید کی نظر میں اسے نظر انداز کرنے کی صورت میں کوئی بھی عمل، عمل صالح نہیں قرار پاتا قرآن اس تصور کی نفی کرتے ہوئے بڑی صراحت کے ساتھ "نیکی کے تصور" کو یوں بیان کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ [39]

ترجمہ: تم ہر گز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ قرآن حکیم میں جس جگہ بھی "تقویٰ" اور "متقین" کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ وہاں 'انفاق فی المال' کی صفت کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس صفت کو اس قدر نمایاں انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ یہ "عین تقوی" یا متقین کا جزا لاینفک معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے "متقین کی اصطلاح اور ان کی تعریف سورۃ بقرہ کے آغاز میں وارد ہوئی ہے اور اس میں ان کے لیے :

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [40]

ترجمہ: اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

کی شرط پوری کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یعنی انہیں اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے محتاجوں اور ناداروں کا معاشی تعطل دور کرنے کے لیے خرچ کرنا ہوگا۔ دوسرے مقام پر ایجابی انداز سے نیکی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ [41]

ترجمہ: بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) پر خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔

گویا صدق اور تقویٰ تمام تصورات کا تقاضائے اولین ایس حق کی ادائیگی ہے۔ اس کے بغیر انسان صالحیت کے کسی مقام کو حاصل نہیں کر سکتا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

ما اوتیکم من شیئ و ما امنعکموہ ان انا الا خازن اضع حیث امرت [42]

ترجمہ: میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کچھ روک سکتا ہوں۔ میں صرف خزانچی ہوں جس جگہ صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں ہی صرف کرتا ہوں۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک دراصل مسلمان حکمرانوں کے لیے صرف و خرچ کے باب میں ایک رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

### 3. سیرت النبی ﷺ اور بنیادی حق معاش:

حضور نبی اکرم ﷺ نے معاشرے کے تمام افراد کو بنیادی حق معاش میں مساوات ملحوظ رکھنے کا حکم صادر فرمایا اور محروم المعیشت افراد کی کفالت کا باقاعدہ انتظام بھی فرمایا۔ جس کا اندازہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من کان عندہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ و من کان عندہ فضل زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ فقال: ذکر اصناف المال حتی راینا انہ لا حق لا حد منا فیی الفضل [43]

ترجمہ: جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اسے لوٹا دے جس کے پاس ضرورت کی سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد کھانا اور سامان ہے وہ اس کو دے دے جس کے پاس ضرورت کا کھانا نہیں۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد اصناف مال کا ذکر

فرمایا۔ حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ زائد از ضرورت کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں ہے۔

**4. سیرت النبی ﷺ اور معیشت:**

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کریم نے اپنے شاہکار تخلیق، اپنے آخری نبی اور اپنے حبیب ؐ کو تمام انسانوں کے لیے ہر پہلو، ہر زاویے، ہر جہت، ہر اعتبار، ہر لحاظ اور ہر حوالے سے ایک کامل، مثالی اور منفرد نمونہ بنانے کے لیے جہاں بے شمار خاندانی نسبی، جسمانی، روحانی، ظاہری، باطنی، علمی، اخلاقی اور صوری و معنوی کمالات عنایت فرمائے وہاں اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو عام لوگوں کے برعکس کھانے پینے اور بھوک و پیاس کے معاملات میں بھی بچپن سے غیر معمولی اور مافوق العادت صبر و قناعت، قوت برداشت، دنیا سے بے رغبتی، سیر چشمی اور غنائے نفس کی دولت سے مالامال فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی صابر و قانع طبیعت کے متعلق حضرت سیدہ ام ایمن آپ ﷺ کی ایک بڑی ایمان افروز عادت کریمہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

مارایت النبی ﷺ شکا صغیرا ولا کبیرا جو عاولا عطشا کان یغدو فیشرب من زمزم فاعر ض علیہ الغداء فیقول لا اریدہ انا شبعان [44]

ترجمہ: میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے بچپن میں یا بڑے ہو کر کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت کی ہو۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ صبح کے وقت آپ ﷺ آب زمزم نوش فرما لیتے جب کھانا پیش کیا جاتا تو فرماتے میں پہلے ہی سیر ہوں۔ اب کھانے کی حاجت نہیں۔

کھانے پینے میں صبر و قناعت اور برداشت کے اس معمول کے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ کی یہ یعنی گواہی بھی ملاحظہ کریں۔ آپ فرماتی ہیں کہ:

کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل علی قال ھل عندکم طعام؟ فاذا قلنا لا، قال انی صائم [45]

ترجمہ: جب آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تو پوچھتے کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس کے جواب میں اگر ہم یہ عرض کرتے کہ کوئی شے نہیں، تو فرماتے: پھر میں روزہ دار ہوں (روزے کی نیت کرتا ہوں)۔

ایک جگہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

انی لست مثلکم انی ابیت بطعمنی ربی ویسقینی [46]

ترجمہ: میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میرا حال تو یہ ہے کہ میں رات اپنے پروردگار کے پاس گزارتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کھانے پینے کی اور دیگر انسانی و معاشی ضروریات سے بالکل مبرا تھے۔ کھانے پینے اور دیگر حوائج ضروریہ کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کی سعی پر تو قرآن مجید کی نص موجود ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے جب یہ اعتراض کیا کہ:

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ [47]

ترجمہ: اس رسول کو کیا ہوا ہے، یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اللہ کریم نے اس فضول اعتراض کا جواب اور حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ [48]

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر (یہ کہ) وہ کھانا (بھی) یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی (حسب ضرورت) چلتے پھرتے تھے۔

علاوہ ازیں صحاح ستہ اور اکثر کتب حدیث میں موجود باب کتاب الاطعمۃ اور سیرت و شمائل الرسول کی کتابوں میں آپ ﷺ کے مرغوب کھانوں اور مشروبات کی فہرست، بشری تقاضے غالب ہونے پر کھانا طلب کرنا اور بھوک محسوس فرمانا اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ بھوک پیاس اور دیگر بشری تقاضوں سے مبرا نہ تھے۔

آپ ﷺ کے اہل بیت الطہار بھی حد درجہ صابر و قانع ہونے کے باوجود آخر انسان تھے۔ دیگر انسانوں کی طرح انہیں بھی کھانے پینے، لباس، علاج معالجہ، روزمرہ کی دیگر ذاتی، معاشی، معاشرتی و سماجی ضروریات اور انسانی خواہشات کو ایک باعزت باوقار مناسب اور معقول انداز میں پورا کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اہل و عیال کے ضروری اخراجات اور حوائج ضروریہ کی فراہمی میں آپ ﷺ نے اپنی امت کے عیال دار لوگوں کے لیے ایک نمونہ بھی چھوڑنا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی گزر بسر کس طرح ہوتی تھی اور آپ ﷺ خانگی ضروریات کی فراہمی و تکمیل کس طرح فرماتے تھے؟ آسان لفظوں میں آپ ﷺ کا ذریعہ معاش یا ذریعہ آمدن کیا تھا؟ وہ کچھ اس طرح ہے:

i. سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا مالی ایثار و قربانی:

ہمارے گرامی قدر سیرت نگاروں (نور اللہ قبورہم) نے اگرچہ بالعموم اس چیز کو مستقل عنوان کے تحت ذکر نہیں کیا تاہم حدیث کی کتابوں میں متفرق مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ معاش کا سراغ مل جاتا ہے۔ چنانچہ اہل علم کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب جوانی میں قدم رکھا تو ذریعہ معاش کے لیے عام شرفاء مکہ اور اپنے آباؤ اجداد کے پیشہ تجارت کو اختیار فرمایا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے چچا جان کے ہمراہ شام کا تجارتی سفر اور پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا تجارتی مال لے کر کئی ممالک کا سفر کیا اور اپنی دیانت و امانت اور خداداد ذہانت و فطانت سے دوسرے تاجروں سے کہیں زیادہ نفع کمایا۔

عن جابر بن عبداللہ قال: قال رسول اللہ ﷺ : اجرت نفسی من خدیجۃ سفرتین بقلوص [49]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو سفروں میں سیدہ خدیجہ سے اپنے لئے اونٹنی کرایہ پر لی تھی۔

25 سال کی عمر میں جب آپ ﷺ سیدہ خدیجہ کے رفیق تجارت سے آگے بڑھ کر ان کے رفیق حیات بھی بن گئے تو انہوں نے زوجہ محترمہ کا شرف حاصل کرنے کے بعد اپنے خداداد مال، اپنے ایثار، اپنے خلوص و محبت اور اپنی کمال وفاشعاری کے باعث حضور ﷺ کو مالی تفکرات سے مستغنی کر دیا تھا۔ سیدہ خدیجہ کے اس ذاتی خلوص و محبت وفاشعاری اور مالی ایثار و قربانی کا اعتراف خود حضور ﷺ نے متعدد

مقامات پر فرمایا۔

ii. انصار صحابہ کے ہدیے اور تحائف:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ:

قد کان لرسول اللہ ﷺ جیران من الانصار وکانت لھم منائح فکانوا یمنحون رسول اللہ ﷺ من البانھم فیسقینا [50]

ترجمہ: رسول مقبول ﷺ کے چند پڑوسی انصار میں سے تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں وہ (از راہ محبت) حضور ﷺ کے پاس دودھ بھیجا کرتے تھے تو وہ دودھ آپ ﷺ ہمیں پلا دیتے تھے۔

iii. ذاتی بکریاں واونٹنیاں:

ہاتھ سے کما کر کھانے والے بلکہ دوسروں کو کھلانے والے نبی کریم ﷺ کے لیے کیسے ممکن تھا کہ وہ ان صحابہ کے تحائف وہدایا اور نذرانوں پر بھروسہ کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے۔ انصار کے یہ پر خلوص ہدیے اور نذرانے تو محض ان غلاموں وعقیدت مندوں کی تسکین خاطر عزت افزائی اور بلندی درجات کے لیے قبول کئے جاتے تھے۔ سیرت نگاروں کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بال بچوں کی غذائی ضروریات کے لیے دودھ دینے والی کچھ بکریاں اور اونٹنیاں ذاتی طور پر خرید لیں تھیں اور کچھ لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کی تھیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ بعث داود و ھورا عی غنم، و بعث موسی وھوراعی غنم، و بعثت انا وانا ارعی غنما لاھلی بجیاد [51]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: داؤدؑ نبی بنائے گئے حالانکہ وہ بکریوں کے چرواہے تھے۔ موسیٰؑ نبی بنائے گئے حالانکہ وہ بھی بکریوں کے چرواہے تھے۔ میں نبی بنا کر بھیجا گیا حالانکہ میں نے محلہ جیاد میں اپنے خاندان کی بکریاں چرائیں۔

ان بکریوں اور اونٹنیوں کے لیے شہر مدینہ کے مضافات میں ایک چراگاہ معین کی گئی جہاں ایک صحابی رضاکارانہ طور پر ان جانوروں کی نگہداشت کرتے، انہیں چرانے کا فریضہ انجام دیتے اور روزانہ دودھ اس مقام سے مدینہ منورہ لا کر رسول اللہ ﷺ کے ہاں پہنچایا کرتے تھے۔ اہل خاندان اس دودھ کو استعمال کرتے تھے۔

iv. مال غنیمت میں حصہ:

2ھ رمضان المبارک میں غزوہ بدر پیش آیا اور اس کے بعد بوجوہ غزوات کا ایک مستقل سلسلہ چل نکلا۔ دشمنان اسلام پر فتح کے نتیجہ میں ان کی املاک اور ساز وسامان غنیمت کے طور پر ہاتھ لگتا۔ اللہ کریم نے سابق انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے برعکس اس مال غنیمت کو حضور ﷺ کے لیے بطور خاص حلال قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

فلم تحل الغنائم لا حدمن قبلنا ذلک بان اللہ رای ضعفنا و عجزنا فطیبھالنا [52]

ترجمہ: ہم سے قبل کسی کے لیے یہ غنیمتیں حلال نہ تھیں۔ بایں وجہ کہ اللہ نے ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھا تو غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر

دیا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کے غلاموں کے لیے یہ ایک آمدن کا ذریعہ بن گیا۔ قرآنی ہدایات کے مطابق جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوتا اس کا 1/5 حصہ نائب الٰہی سربراہ مملکت اور رسول خدا ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کی تحویل میں آتا اور باقی 4/5 حصہ مجاہدین اور غازیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ کل مال غنیمت کا 1/5 حصہ میں اللہ کریم نے پانچواں حصہ یعنی کل کا 1/25 نبی کریم ﷺ کے لیے مختص فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ [53]

ترجمہ: اور جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول ﷺ کے لیے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ نہ صرف شریک ہوتے بلکہ امیر لشکر بھی ہوتے تھے۔ اس لیے مال غنیمت کا 4/5 حصہ جو مجاہدوں اور غازیوں میں پیدل اور سوار میں تھوڑے سے فرق (پیدل کے لیے ایک اور سوار کے لیے دو حصے) کے ساتھ تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس میں دیگر مجاہدین کے ساتھ حضور ﷺ کو بھی برابر کا حصہ ملتا۔ یوں مال غنیمت سے ملنے والا حصہ نبی کریم ﷺ کی آمدن کا معقول ذریعہ بن گیا۔

v. غائبی رزق:

3ھ میں جب غزوہ احد پیش آیا تو اس میں اگرچہ مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا تھا تاہم اللہ کریم نے اپنے وعدہ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [54]

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے اس موقعہ پر اپنے محبوب ﷺ کو ایک ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچایا۔ جس کا بظاہر دور دور تک کوئی امکان اور گمان تک نہ تھا۔

vi. اموال و املاک فئے:

ایک اور بہت بڑا ذریعہ آمدن یا ذریعہ معاش جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لیے پیدا فرمایا وہ مال فئی تھا۔ یہ وہ املاک و اموال تھے جن کے لیے مجاہدین اسلام کو کوئی جنگ اور لشکر کشی نہیں کرنی پڑی بلکہ اہل حرب (یہود وغیرہ) کے ساتھ معاہدہ صلح کے بدلے میں یہ مال حاصل ہوئے تھے۔ یہ مال فے نبی کریم ﷺ کے لیے مختص تھا۔ آپ ﷺ جیسے چاہتے اس میں تصرف فرماتے۔ اپنے لیے خاص کر لیتے یا جن صحابہ میں چاہتے تقسیم فرما دیتے۔ مال غنیمت کے برعکس کل مال فے کو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے لیے مخصوص کرتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ [55]

ترجمہ: جو (اموال فے) اللہ نے بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول ﷺ پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہیں اور رسول ﷺ قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب) کے لیے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہیں۔

لہذا یہ اموال رسول اللہ ﷺ کی خصوصی ملکیت تھے۔ آپ ﷺ ان اموال (نخلستان) کی آمدن سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے سال بھر کا نفقہ لے لیتے اور باقی ماندہ آمدنی جہاد فی سبیل اللہ اور فقراء مہاجرین میں خرچ فرماتے تھے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عمر فاروق کا یہ قول ہے کہ:

كانت لرسول الل هﷺ ثلث صفايا بنو النضير و خيبر و فدک فا ما نبو النضير فكانت حبسا لنوائبه واما فدک فكانت حبسا لا بناء السبيل واما خيبر فجزء ها رسول الله ﷺ ثلاثة اجزاء جزئين بين المسلمين وجزء نفقة لاهله فما فضل عن نفقة اهله جعله بين فقراء المهاجرين [56]

ترجمہ: بنو نضیر، خیبر اور فدک کے تینوں اموال (باغات وغیرہ) رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص (چن لیے گئے) تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے اموال سے آمدنی آپ ﷺ کے ذاتی حوائج و حوادث (ناگہانی ضروریات) کے لیے اور فدک سے آمدنی مسافروں کے لیے مختص تھی جبکہ خیبر سے آمدنی کو آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا (کیونکہ خیبر کے بعض قلعے بزور شمشیر فتح ہوئے تھے ارو بعض معاہدہ صلح کے نتیجہ میں) دو حصے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ کے لیے رکھ لیا۔ پھر اپنے اہل خانہ کے نفقہ سے جو بچ رہتا اسے بھی فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتے۔

اسلام نے لوگوں کی معاشی حالت پر بڑی توجہ دی ہے۔ اور ان کے مال و دولت ضائع ہونے اور فضول خرچ ہونے سے حفاظت کی ہے۔ اسی لیے اسے بے جا کاموں میں استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔ صاحب مال اس میں سے کچھ اپنی ذات اور کچھ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔ اس سے حکومت کا حق بھی ادا کرے اور اس میں سے پھر بھی اگر بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خیرات کر دے۔

### 5. سیرت النبی ﷺ اور سود خوری:

ایام جاہلیت میں عرب سود خوری کا عام طور پر یہ طریقہ تھا کہ ایک خاص میعاد کے لیے ادھار سود پر دیا جاتا تھا اور اگر اس مقررہ مدت تک قرض دار ادائیگی نہ کر سکتا تو مزید مہلت کے ساتھ سود کی مقدار بھی بڑھا دی جاتی تھی اور اس طرح ہر آنے والے دور میں سود کی مقدار اضعاف مضاعف (دوگنی چوگنی) ہو جاتی تھی۔ قرآن حکیم نے نہ صرف سود کی عام شکل بلکہ اس شکل کی بھی جو سود کی بدترین صورت ہے ممانعت فرمائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ سود چاہے کسی بھی نوع کا ہو اللہ کے ہاں قابل گرفت اور ناجائز ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں جابجا سود خوری پر وعید سنائی ہے:

عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا: يا رسول الله وما هن؟ قال: الشرک بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واكل الربوا واكل مال اليتيم والتولی يوم الزحف و قذف المحصنات المؤمنات الغافلات[57]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ سات چیزیں کونسی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا،

ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے روز پیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

سودی لین دین پر حضور نبی اکرم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

عن جابر بن عبداللہ لعن رسول اللہ ﷺ اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ و قال ھم سواء [58]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔

سود کا کم تر درجہ ماں کے ساتھ زنا کی مثل ہے۔

عن ابی ھریۃ عن النبی ﷺ الربوا ثلاثۃ ویعودن حوبا ایسرھا ان ینکح الرحل امہ [59]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سود کے تہتر گناہ ہیں ان میں سے ادنی ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

امت مسلمہ کو اب دو راستوں میں سے ایک راستے کو قبول کرنا ہوگا اگر اللہ اور اس کے رسول معظم ﷺ کے راستے پر چلنا چاہیں تو سودی نظام کو لات مارنا ہوگی اور اگر سود کی راہ پر چلنا چاہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف (معاذ اللہ) جنگ کے لیے خود کو تیار کرنا ہوگا۔

**نتیجہ:**

درج بالا ظاہری و حسی ذرائع معاش اور خاطر خواہ ذرائع آمدن موجود ہونے، باطنی طور پر زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں ہونے کے باوجود شہنشاہ تاجدار مدینہ، نبی کریم ﷺ کے گھر میں کئی کئی دن آگ نہیں جلا کرتی تھی۔ یہ باعث معاش و مالی مجبوری نہ تھی بلکہ اس کی ایک وجہ تو امت کے مصاحب ثروت و دولت مند لوگوں کے لیے صبر و قناعت اور زاہد و فقر کا عملی نمونہ پیش کرنا تھا۔ دوسرا اس اختیاری زہد و فقر سے غرباء و مساکین امت کے لیے ڈھارس حوصلہ کا سامان مہیا کرنا تھا۔ تیسرا اپنی طبعی رحمت و شفقت اور جبلی فیاضی و کریمی کے باعث اپنا سب کچھ خلق خدا پر خرچ کر دینا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو شعور کی دولت دی ہے۔ جس سے وہ معاشیات کے اصول سمجھ کر ان کو اپنانے کی سکت رکھتا ہے۔ بطور مسلمان ہمارے پاس معاشیات کا نصاب موجود ہے۔ جو ہمیں سیرت النبی ﷺ سے وضع کردہ اصول عطا کرتا ہے۔ جن سے انفرادی و اجتماعی زندگیاں سہل انداز سے بست ہو سکتی ہے۔ لہذا موجودہ معاشی نظام میں بہتری لانے کے لیے سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے تاکہ معاشی نظام کو احسن انداز سے چلایا جاسکے۔

**حوالہ جات**

[1] احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد "المسند" بیروت، لبنان المکتب الاسلامی، 1978، ج4، رقم 17798

[2] النساء 5:4

[3] بخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل "الصحیح البخاری" بیروت، لبنان، دار العلم، 1981، کتاب الزکاۃ، رقم 1407

[4] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی "شعب الایمان" بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ 1990ء، ج5، رقم 6612

[5] طبرانی، ابو القاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب "المعجم الاوسط" سعودی عرب، ریاض، مکتبۃ المعارف، 1985، ج7، رقم 6744

[6] طبرانی، ابو القاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب "المعجم الکبیر" عراق، مطبع الزہرا الحدیثہ، س۔ن، ج10، رقم 10118

[7] شعب الایمان، ج6، رقم 8741

[8] شعرانی، عبد الوہاب بن احمد بن علی "کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ" مصر، مکتبہ محمد علی صبیح اولادہ، س۔ن، ج2، ص3

[9] المسند، ج4، رقم 17265

[10] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی "السنن" بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1998، کتاب التجارات، ج2، رقم 2203

[11] ایضاً، ج2، رقم 2236

[12] البقرہ 29:2

[13] الاعراف 10:7

[14] النساء 5:4

[15] مسلم بن الحجاج، ابو الحسن، قشیری "الصحیح المسلم"، بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی، س۔ن، کتاب الاشربہ، ج3، رقم 2059

[16] ایضاً، کتاب اللقطۃ، ج3، رقم 1728

[17] الجمعہ 10:62

[18] النجم 39:53

[19] العنکبوت 17:29

[20] النساء 32:4

[21] احمد بن حنبل، ابو عبداللہ بن محمد "فضائل الصحابہ" بیروت، لبنان، موسسہ الرسالہ، ج1، رقم 431

[22] ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، "السنن" بیروت، لبنان، دار العرب الاسلامی، 1998، کتاب البیوع، ج3، رقم 1209

[23] ایضاً، رقم 1210

[24] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی "السنن الکبریٰ" سعودی عرب، مکہ مکرمہ، دار الباز، 1994ء، ج6، رقم 11439

[25] الذریات 19:51

[26] المعارج 25:70-24

[27] نبی اسرائیل 26:17

[28] البقرہ 267:20

[29] ابو یعلی، احمد بن علی، بن مثنی بن یحییٰ "المسند"، دمشق، دار المامون للتراث، 1984ء، ج5، رقم 2699

[30] المعجم الکبیر، ج1، رقم 751

31 المسند (احمد بن حنبل)، ج2، رقم4880

32 یحییٰ بن آدم، بن آدم القرشی "کتاب الخراج" بیروت، لبنان، دار المعرفہ، س۔ن، ص294

33 النساء4:8

34 قرطبیؒ، ابوعبداللہ، محمد بن احمد بن محمد "الجامع الاحکام القرآن" بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی، س۔ن، ج5، ص49

35 الصحیح البخاری، کتاب التفسیر، ج4، رقم4503

36 ابوداؤد، سلیمان بن الشعت سجستانی "السنن" بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی، س۔ن، کتاب الفرائض، ج3، رقم2908

37 الصحیح البخاری، ج1، رقم411

38 الجامع الاحکام القران، ج2، ص241

39 آل عمران3:92

40 البقرہ2:03

41 البقرہ2:177

42 السنن (ابوداؤد) کتاب الخراج والامارہ، ج3، رقم2949

43 الصحیح المسلم، کتاب اللقطعہ، ج3، رقم1728

44 ابن سعد، ابوعبداللہ محمد "الطبقات الکبریٰ" بیروت لبنان، دار بیروت للطباعہ والنشر، 1978، ذکر علامات النبوہ فی رسول اللہ ﷺ، ج1، ص168

45 سنن ابی داؤد، باب النیتہ فی الصیام، ج2رقم329

46 الصحیح البخاری، باب6، مایکرہ من۔۔۔، ص، ج6رقم6869

47 الفرقان25:7

48 الفرقان25:20

49 بیہقی، ابوبکر، احمد بن حسین بن علی "دلائل النبوۃ" بیروت لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1988، ج2، ص66

50 الصحیح البخاری، کتاب الھبہ، ج2، رقم2428

51 دلائل النبوۃ، ج2، ص134

52 الصحیح المسلم، باب تحلیل الغنائم، ج3، رقم1747

53 الانفال8:41

54 الطلاق65:3-2

55 الحشر59:07

56 سنن ابی داؤد، "باب صفایا النبی من الاحوال"، ج3، رقم2967

57 الصحیح البخاری، کتاب الوصایا، ج3، رقم2615

58 الصحیح المسلم، کتاب المساقاۃ، ج3، رقم1598

59 سنن (ابن ماجہ)، کتاب التجارات، ج2، رقم2274

## References


1. Ahmad Ibn Hanbal, Abu Abdullah Ibn Muhammad "Al-Musnad" Beirut, Lebanon Al-Muktab al-Islami, 1978, Vol. 4, No. 17798
2. Al-Nisa 5:4
3. Bukhari, Abu Abdullah, Muhammad bin Ismail "Al-Sahih al-Bukhari" Beirut, Lebanon, Dar al-Ulam, 1981, Kitab al-Zakah, No. 1407
4. Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad bin Hussain bin Ali "Sha'b al-Iman" Beirut, Lebanon, Dar al-Kitab al-Ulmiya 1990, vol.5, number 6612
5. Tabrani, Abu al-Qasim, Sulaiman bin Ahmad bin Ayyub "Al-Maajim al-Awsat", Saudi Arabia, Riyadh, Maktab al-Ma'arif, 1985, vol.7, number 6744
6. Tabrani, Abu al-Qasim, Sulaiman ibn Ahmad ibn Ayyub "Al-Ma'jam al-Kabeer" Iraq, Muttaba al-Zahra al-Hadithah, S.N., Volume 10, Number 10118
7. Shab Al-Ayman, Volume 6, Number 8741
8. Shairani, Abdul Wahab bin Ahmad bin Ali "Kashf al-Ghamma an Jami' Ummah" Misr, Muktaba Muhammad Ali Sabih Olada, S.N, vol.2, p.3
9. Al-Mansad, Volume 4, Number 17265
10. Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad bin Yazid Qazwini "Al-Sunan" Beirut, Lebanon, Dar al-Kitab al-Ulamiyyah, 1998, Kitab Al-Tijarat, Vol.2, No. 2203
11. Also, Vol. 2, No. 2236
12. Al-Baqarah 29:2
13. Proverbs 10:7
14. Al-Nisa 5:4
15. Muslim bin al-Hajjaj, Abu al-Hasan, Qashiri "Al-Sahih al-Muslim", Beirut, Lebanon, Darahiya al-Tarath al-Arabi, s.n., Kitab al-Ashrabah, Vol.
16. Also, Kitab al-Laqta, Volume 3, Number 1728
17. Friday 10:62
18. Al-Najm 39:53
19. Al-Ankabut 17:29
20. Al-Nisa 32:4
21. Ahmad Ibn Hanbal, Abu Abdullah Ibn Muhammad "The Virtues of the Companions" Beirut, Lebanon, Mussah al-Risalah, Vol. 1, No. 431
22. At-Tirmidhi, Abu Isa, Muhammad bin Isa, "Al-Sunan" Beirut, Lebanon, Dar al-Arab al-Islami, 1998, Kitab al-Bayu, vol. 3, no. 1209
23. Also, sum 1210
24. Bayhaqi, Abu Bakr Ahmad Bin Husain Bin Ali "Sunan Al-Kubra" Saudi Arabia, Makkah, Dar Al Baaz, 1994, Volume 6, Number 11439
25. Al-Zariyat 19:51
26. Al-Ma'raj 24-25:70
27. Prophet Israel 26:17
28. Al-Baqarah 267:20
29. Abu Ya'ali, Ahmad bin Ali, bin Muthni bin Yahya "Al-Musnad", Damascus, Dar al-Ma'mun for Heritage, 1984, Volume 5, Number 2699
30. Al-Mu'jam Al-Kabeer, Volume 1, Number 751
31. Al-Masnad (Ahmed bin Hanbal), Volume 2, Number 4880
32. Yahya Ibn Adam, Ibn Adam al-Farshi "Kitab al-Kharaj" Beirut, Lebanon, Dar al-Marafa, 294
33. Al-Nisa 8:4
34. Qurtubi, Abu Abdullah, Muhammad bin Ahmad bin Muhammad, "Al-Jaami al-Ahkam al-Qur'an," Beirut, Lebanon, Darahiya al-Trath al-Arabi, s.n., vol.5, p.49.
35. Al-Sahih Al-Bukhari, Kitab al-Tafseer, Volume 4, Number 4503
36. Abu Dawud, Sulaiman ibn al-Sha'at Sabhatani "Al-Sunan" Beirut, Lebanon, Darahiya al-Tarath al-Arabi, s.n., Kitab al-Fareez, vol. 3, no. 2908

37. Sahih Al-Bukhari, Volume 1, Number 411
38. Al-Jami' Al-Ahkam Al-Qur'an, Vol. 2, p. 241
39. Al-Imran 92:3
40. Al-Baqarah 03:2
41. Al-Baqarah 177:2
42. Al-Sunan (Abu Dawud) Kitab al-Kharaj and Al-Marah, Volume 3, Number 2949
43. Al-Sahih al-Muslam, Kitab al-Qatbah, Volume 3, Number 1728
44. Ibn Sa'd, Abu Abdullah Muhammad "Al-Taqabat al-Kubra" Beirut Lebanon, Dar Beirut for Printing and Publishing, 1978, Dhikr of the Signs of Prophethood in the Messenger of Allah ﷺ, vol.1, p.168
45. Sunan Abi Dawud, Chapter Al-Nita Fa-e-Saam, Vol. 2, No. 329
46. Al-Sahih Al-Bukhari, Chapter 6, Maikra Min..., p. 6, number 6869
47. Al-Furqan 7:25
48. Al-Furqan 20:25
49. Bayhaqi, Abu Bakr, Ahmad bin Hussain bin Ali "Dalayl al-Nabawa" Beirut, Lebanon, Dar al-Kitab al-Ulamiyyah, 1988, vol. 2, p. 66
50. Al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Haba, Volume 2, Number 2428
51. Dalai al-Nabawa, Vol. 2, p. 134
52. Al-Sahih al-Muslam, Chapter Dissolution of Al-Ghanaim, Volume 3, Number 1747
53. Al-Anfal 41:8
54. Al-Talaq 2-3:65
55. Al-Hashr 07:59
56. Sunan Abi Dawud, "Bab Safaya al-Nabi min al-Ahwal", Vol. 3, No. 2967
57. Al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Wasaya, Volume 3, Number 2615
58. Sahih al-Muslim, Kitab al-Masaqat, Volume 3, Number 1598
59. Sunan (Ibn Majah), Book of Commerce, Volume 2, Number 2274